الحق یعلو

پاکستان کی چیستان

اور

جمعیۃ علماء ہند کا واضح فیصلہ

یعنی

مفکر ملت حضرت ابو المحاسن مولانا سید محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار
و سابق ناظم اعلیٰ مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند قدس اللہ سرہ العزیز کا مشہور مقالہ جو امارت
شرعیہ صوبہ بہار کے ترجمان اخبار "نقیب" کی اشاعت مورخہ ۱۴ اپریل سنہ ۴۰ء میں
شائع ہو چکا تھا اور جس کو

"مسلم انڈیا اور ہندو انڈیا پر ایک اہم تبصرہ"

کے عنوان سے جریدہ مذکور کی اشاعت مورخہ ۱۰ جنوری سنہ ۴۶ء میں دوبارہ شائع کیا گیا۔

دفتر مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند

نے بغرض رفاہ عام باضافہ فیصلہ جمعیۃ علماء ہند اجلاس لاہور سنہ ۴۲ء و اجلاس سہارنپور سنہ ۴۵ء

تیسری بار

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں طبع کرا کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسلم لیگ نے اپنے اجلاس لاہور میں دو ڈھائی سال کے غور و فکر کے بعد ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسائل کا آخری حل اپنے نقطۂ نگاہ سے پیش کر دیا اور جس کے متعلق مسٹر جناح صاحب کا اعلان ہے کہ اب وہی انکی لیگ کا نصب العین ہے اور ہندو مسلم اختلافات کا صرف یہی ایک حل ہے۔

میں ابھی مسٹر جناح کے اس نصب العین اور تجویز کے متعلق تنقید اور اظہار خیال کو غیر ضروری سمجھتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ مسٹر جناح اس نصب العین کی پوری تفصیلی اسکیم حسب ہدایت مسلم لیگ جب شائع کر دیں تو اس وقت اس اسکیم پر تنقید اور جرح اور اس کے نفع ونقصان کے ظاہر کرنے کا بہتر موقع ہوگا۔ لیکن جب اس اسکیم پر ہر چہار طرف سے جرح و تنقید شروع ہوگئیں تو مجھ سے بھی مسلم احباب نے اظہار خیال کی باصرار خواہش کی کہ لیگ کے مجوزہ نصب العین یا اسکیم کے متعلق میں اپنی رائے ظاہر کروں تاکہ ہندو اور مسلمانوں میں غور و فکر کرنیوالے اصحاب کے سامنے میرا نقطۂ نگاہ بھی سامنے آجائے

لاہور سے پہلے

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ دو ڈھائی سال سے کانگریس اور ہندو اکثریت کی اصلی یا فرضی مظالم پر صرف ماتم کر رہی ہے اور اسکے علاج کی کوئی تجویز آج تک پیش نہیں کر سکی تھی۔

حالانکہ ان سے کانگریسی لیڈروں نے بار بار پوچھا کہ آخر لیگ چاہتی کیا ہے
یو۔ پی۔ سی۔ پی۔ بہار میں جو شکایتیں مسلم لیگ کو تھیں اگر اُن کو کلیۃً صحیح تسلیم بھی
کر لیا جائے تو وہ ان صوبوں کے مسلمانوں کی فرحت بخش زندگی کے لئے کن اصولوں
کے وضع و اختیار کو پسند کرتی ہے۔ مگر لیگ کوئی ایک بات مسلم اقلیت والے
صوبوں یا یوں کہئے کہ ہندو اکثریت والے صوبوں کی بابت لاہور کے اجلاس تک
نہیں بتا سکی۔

میں بہت خوش ہوں اور مسٹر جناح کا شکر گذار ہوں کہ لیگ نے اپنے
اجلاس میں دو ڈھائی سال کے سوچ بچار کے بعد ایک بات تو کہدی جو مسٹر
جناح کے خیال کے مطابق ایک آخری حل ہے۔

لاہور کے بعد

اب مسلم اقلیت والے صوبوں کے مسلمانوں کو خصوصیت سے غور و فکر کا
موقع مل گیا ہے کہ وہ لیگ کی مجوزہ اسکیم پر مسٹر جناح اور لیگ کے دیگر لیڈروں
کے توضیحی بیانات کی روشنی میں غور کریں کہ وہ ڈھائی سال سے جن امور پر
زور دے رہا تھا۔ کیا اس اسکیم میں اُس کے انسداد و اصلاح کا کوئی امکان بھی موجود ہے
ہر معمولی سمجھ کا انسان لیگ کی مجوزہ اسکیم اور مسٹر جناح کے توضیحی اعلان کو
سامنے رکھ کر بآسانی طور سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس اسکیم میں ہندو اکثریت والے صوبوں
میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے [illegible] کا کوئی ایسا ذریعہ تجویز نہیں کیا گیا ہے جو
انہیں قابل اطمینان ہو۔

اسکیم کا تعلق

بلکہ مسلم لیگ کی اسکیم کو جو کچھ تعلق ہے وہ مسلم اکثریت کے صوبوں سے ہے

اور یہ معلوم ہے کہ مسلم لیگ نے گذشتہ دو ڈھائی سال کے عرصہ میں ان صوبوں کے مسلمانوں کے متعلق کوئی شکایت بھی نہیں کی۔ گویا موجودہ ناقص صوبجاتی خود مختاری اور مرکزی وحدانی حکومت کے ماتحت بھی مسلم اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کو کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ کیونکہ مسلم لیگ کے نزدیک پنجاب، بنگال، سندھ، صوبہ سرحد کے مسلمان بھی موجودہ ناقص دستور حکومت کے عمل درآمد میں کچھ بھی مظلوم ہوتے تو لیگ واحد نمائندگی کی بنا پر کچھ نہ کچھ ضرور شکایت کرتی مگر عدم شکایت کے باوجود مسٹر جناح جو اسکیم تجویز کرتے ہیں اس کا مفاد یہ بتاتے ہیں کہ مسلم اکثریت والے صوبوں کے مسلمان ہندو اکثریت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے مگر یہ نہیں فرماتے کہ اس اسکیم کے ماتحت برطانیہ کی غلامی سے بھی آزاد ہوں گے۔

مسلم اقلیت کے حقوق کی ضمانت

باقی رہے مسلم اقلیت والے صوبوں کے مسلمان جن کو وہ صرف دو کروڑ فرماتے ہیں (حالانکہ وہ تقریباً تین کروڑ ہیں۔ اُن کو ہندو اکثریت کی غلامی پر رضامند ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور ان کی تسکین کے لئے زیادہ سے زیادہ جو بات کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلم اکثریت والے صوبوں کی مجموعی طاقت اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق و مفاد کے حفاظت کی ضمانت ہوگی۔

ضمانت کے دو فرضی نظریئے

اور اس ضمانت کی عملی شکل صرف دو نظریوں پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ مسلم اقلیت پر جب ہندو اکثریت ظلم کریگی تو مسلم اکثریت والے صوبوں میں وہاں کے

ہندوؤں سے ان کا بدلہ لینا ممکن ہوگا اور اسی بدلہ کے خوف سے ہندو اکثریت مسلم اقلیت پر ظلم نہیں کرے گی۔

مگر یہ نظریہ محض خیالی اور وہمی ہے جس کا وجود کبھی نہیں ہوگا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی حکومت اپنی پرامن اور وفادار رعایا پر محض اسلئے ظلم نہیں کرسکتی ہے کہ دوسری حکومت میں اسکے ہم مذہبوں پر ظلم ہورہا ہے۔ اس دنیا کے موجودہ عہد میں ایسا خیال صرف کوئی احمق و مجنون ہی کرسکتا ہے۔

نظریہ اول کی بے مائیگی

دنیا جانتی ہے کہ ترکوں نے ترکی عیسائیوں پر آج تک محض اسلئے کبھی ظلم نہیں کیا کہ برطانوی حکومت یا دوسری عیسائی حکومتیں اپنی حکومت میں مسلمانوں پر ظلم کرتی رہی ہیں۔ اسکے علاوہ اسلامی احکام کی رو سے مسلم حکمراں مجبور ہیں کہ اپنے محکوم غیر مسلموں سے ہمیشہ بہتر سلوک کریں۔ جبتک وہ وفادار رہیں شرعاً یہ امر کسی طرح جائز نہیں ہے کہ اگر کسی غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں پر ظلم ہو تو وہ اس کا انتقام اپنی ان محکوم اور اُن وفادار غیر مسلموں سے لیں جو مسلمانوں پر ظلم کرنے میں کسی طرح شریک نہیں تھے۔ دوسرا فرضی نظریہ یہ ہے مسلم اکثریت والے صوبے اپنی مجموعی طاقت سے ہندو اکثریت والے صوبوں پر یلغار کردینگے۔ اگر ان صوبوں کے مسلمانوں پر ظلم ہوگا یا ان کے مجوزہ مفاد کو کوئی نقصان پہنچے گا اور اس فرضی حملہ کے خوف سے مسلم اقلیت کی حفاظت ہوجائیگی۔

میں یقین اور بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں اس دنیا کے موجودہ ماحول میں یہ نظریہ بھی کبھی عملی شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ کیا مسلمانان ہند ناواقف ہیں کہ

۱۸۵۷ء سے لیکر اس وقت تک مسلمانان ہند پر کیا کیا مصیبتیں نازل ہوئی ہیں
مگر مسلمانوں کی آزاد طاقتور حکومتوں خاص کر خلافت اسلامیہ نے اس ظلم سے
بچانے کے لئے کبھی ہندوستان پر حملہ نہیں کیا۔ حملہ تو بڑی چیز ہے۔ کبھی انہوں
اسکے متعلق کوئی نوٹس بھی نہیں دیا۔ دور کیوں جائیے ابھی ابھی کے تازہ واقعا
ہیں۔ البانیہ کی اسلامی ریاست پر جابرانہ قبضہ کر لیا گیا۔ مگر تمام آزاد و نیم آزا
اسلامی حکومتیں تماشہ دیکھتی رہیں۔ کسی نے کوئی حرکت نہیں کی۔ مسلما
فلسطین نے اپنی داستان غم تمام دنیا کے مسلمانوں کو بار بار سنائی
اسلامی حکومتوں کو خصوصیت کے ساتھ مخاطب کیا۔ جہاد بالسیف کے
لئے اعلان کیا۔ مگر دنیا جانتی ہے کہ لفظی ہمدردی جس طرح ہندوستان کے
محکوم مسلمان کرتے رہتے ہیں اسی طرح آزاد مسلم حکمرانوں نے بھی کی۔ اور اس
سے زیادہ کسی نے کچھ نہیں کیا۔

کیا ان واقعات کے بعد بھی کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ اس فرضی
نظریہ کا کبھی وجود بھی ہوگا۔

مسلم اسٹیٹ کے اجزائے ترکیبی اور اسکی طاقت

اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھا جائے کہ مسٹر جناح کی اس
کے ماتحت ان کے مفروضہ مسلم اسٹیٹ کے باشندے صرف مسلم ہی نہیں ہونگے
بلکہ غیر مسلم بھی ہونگے۔ جیسا کہ مسٹر جناح نے اپنے بیان میں خود اس کا اعتراف
کیا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ غیر مسلم باشندے بھی حکومت
کے شریک کار ہونگے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس قسم کا مشترک اسٹیٹ

جن کو مسٹر جناح غلط طور پر مسلم ریاست کہہ رہے ہیں۔ دوسرے مشترک
سنٹر پر جس کو مسٹر جناح ہندو اسٹیٹ کہتے ہیں حملہ کردے یا اپنی ہی اسٹیٹ
کے اندر بے قصور ہندوؤں سے کوئی انتقام لے۔ الغرض اس قسم کے وہمی
تصورات اس دنیا میں مجنون یا بدترین احمق کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح ان حقائق سے ناواقف نہیں ہیں اور وہ
محسوس کرتے ہیں کہ ان کی مجوزہ اسکیم کے ماتحت بھی اگر وہ بروئے کار آئے تو بھی
ہندو اکثریت والے صوبوں میں مسلم اقلیت کے حقوق و مفاد کی حفاظت کی
ضمانت محض مسلم ریاستوں کے قیام سے نہیں ہو سکتی ہے۔

مسلم اقلیت کے حقوق سے دست برداری

اسی لئے وہ اعلان کرتے ہیں کہ مسلم اقلیت والے صوبوں کے دو کروڑ
مسلمانوں کو مسلم اکثریت والے صوبوں کے چھ کروڑ مسلمانوں کی آزادی میں
رکاوٹ پیدا نہیں کرنی چاہئے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے
ہوئے کہ دو کروڑ مسلمانوں کو ہندو اکثریت کی غلامی پر قناعت کرکے، چھ
کروڑ مسلمانوں کو ان کے مفروضہ اسٹیٹ کے قیام کا موقعہ دینا چاہئے۔
خواہ ان دو کروڑ مسلمانوں کو اپنے مذہب، تمدن، معاشرت، جان و
مال کو خواہ کسی قدر خطرات پیش آئیں، خواہ وہ تباہ ہو جائیں۔ مگر چونکہ
چھ کروڑ مسلمانوں کی تعداد دو کروڑ کی تعداد سے زیادہ ہے اس لئے مسلم اقلیت کی مذہبی
ثقافتی، مالی، قربانی مسلم اکثریت کے لئے عقلاً و شرعاً جائز ہے۔

مسٹر جناح سے ایک سوال

بلاشبہ یہ نظریہ اور دلیل صحیح ہے۔ مگر کیا اس صورت میں دو کروڑ مسلمان مسٹر جناح اور ان کے ہم خیالوں سے یہ پوچھنے کا حق نہیں رکھتے ہیں؟ کہ جب یہ بات ٹھہری تو آخر دو ڈھائی سال تک ہم دو کروڑ مسلمانوں کی مظلومیت کا کیوں ماتم کیا گیا اور ہم غریبوں کے لاکھوں روپیہ جلسوں اور جلوسوں پر برباد کیا گیا۔

لیگ کی جدید اسکیم کی تاریخ

کیوں کہ ان کی یہ اختیار کردہ اسکیم کچھ آج کی پیداوار نہیں ہے۔ سب سے پہلے ۲۲ء میں جبکہ کانگریس، جمعیۃ العلماء، خلافت کانفرنس کے اجلاس گیا میں ہو رہے تھے۔ بیرون ہند سے یہ اسکیم آئی تھی جس کو خود مسلمان لیڈروں نے ناقابل التفات سمجھا پھر ۳۰ء میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس اسکیم کو اپنا کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے آواز بلند کی۔ بھائی پرمانند بھی جیل سے رہائی کے وقت اس اسکیم کو ساتھ لائے۔ خدا جانے اپنی فکر سے لائے یا کسی اور نے دی تھی۔ مگر جب لندن میں گول میز ہوئی تو ہندو مسلم حل کے لئے یہ اسکیم نہ مسٹر جناح کو یاد آئی اور نہ ڈاکٹر اقبال مرحوم اور دیگر مسلم لیگی اور مسلم کانفرنسی لیڈروں کو جو گول میز کانفرنس میں شریک ہوتے رہے حالانکہ اس اسکیم کے پیش کرنے کا بہترین موقعہ وہی تھا۔ اگر یہ اسکیم مسلم لیگ کے نزدیک اہل ملک اور مسلمانوں کیلئے تسلی بخش تھی تو عین اس وقت کیوں خاموش رہے اور وہاں یورپین طرز کی مشترکہ جمہوری حکومت اور ۱۴ نکات پر زور دیتے رہے۔

عذر لنگ

کہا جاتا ہے کہ اس وقت تک ہندوؤں پر مسٹر جناح کے ہم خیالوں کا اعتماد و بھروسہ تھا۔ اس لئے اس اسکیم کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر ہر شخص جانتا ہے کہ اعتماد و بھروسہ تو اس وقت بھی نہیں تھا۔ اس وقت بھی دستوری جنگ جاری تھی، اور فرقہ وارانہ فسادات ۲۱ء سے لیکر ۲۷ء تک بہت زیادہ پورے ملک میں ہو چکے تھے۔ ان فسادات اور مظالم سے کہیں سخت اور زیادہ ہوئے تھے جو ۳۷ء سے اکتوبر ۳۹ء تک ہوئے۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ ہندوؤں پر اعتماد و بھروسہ تھا۔ اسلئے یہ اسکیم بھول گئے۔ کوئی احمق ہی تسلیم کرسکتا ہے۔

پھر جب مسٹر جناح کے خیال میں ہندو مسلم مسئلہ کا بہترین واحد حل یہی ہے تو اعتماد اور بھروسہ کی صورت میں تو اس اسکیم کے منوانے کا بہترین وقت وہی تھا کیونکہ وہ تو صرف ...... اپنے لاجواب زبانی دلائل ہی کی قوت سے اس اسکیم کے منوانے کے متمنی ہیں۔ اسلئے لنڈن گول میز کانفرنس میں اس کا بہترین وقت تھا۔ مگر جب اس وقت یہ اسکیم مسٹر جناح اور کسی لیڈر نے عین موقعہ پر پیش نہیں کی تو کیا اس سے کسی شخص کا یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے؟ کہ یہ اسکیم خود ان کے نزدیک بھی ناقابل عمل اور قطعاً غیر مفید ہے اس لئے وہاں پیش نہیں کی۔ شاید یہ کہا جائے کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت چوک ہوگئی۔ اور بلاشبہ مسٹر جناح اور ان کے تمام لیگی لیڈروں سے اس وقت سخت غلطی ہوگئی۔ ہم تین کروڑ مسلمان

ان کی اس عظیم الشان غلطی کو معاف کرتے ہوئے پھر یہ دریافت کرتے ہیں کہ اچھا اس وقت غلطی ہوئی۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ لاہور کے اجلاس سے تقریباً ۱۸ ماہ پہلے سندھ کی پراونشل اجلاس میں اصولاً یہی اسکیم منظور ہو چکی تھی۔ اس اٹھارہ ماہ کی طویل مدت میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے پچیسیوں اجلاس ہوئے۔ کونسل کے بہت سے اجلاس ہوئے۔ اور آل انڈیا مسلم لیگ کے عام اجلاس بھی ہوئے۔ مگر ان اجلاسوں میں ہمیشہ مسلم اقلیت کا رونا تو بہت رویا گیا۔ مگر نہ یہ اسکیم منظور ہوئی اور نہ اس کا خاکہ تیار ہوا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے اور اسی کے ساتھ یہ امر بھی جب سامنے رکھا جائے کہ مسلم لیگ کی ایک دستوری کمیٹی بھی پندرہ ماہ سے بنی ہوئی ہے مگر اس نے آج تک کوئی دستوری خاکہ نہیں بنایا تو معاملہ اور بھی نہایت سنگین ہو جاتا ہے اور تین کروڑ مسلمان جو اقلیت کے حلقوں میں رہتے ہیں صرف وہی نہیں بلکہ تمام ہندوستان کے سمجھدار مسلمان اس یقین پر مجبور ہونگے کہ مسلم لیگ کے ہائی کمانڈ اپنی مجوزہ اسکیم پر خود بھی کوئی اعتماد نہیں رکھتے۔ اگر انھیں اس پر اعتماد ہوتا تو اس پندرہ ماہ کے طویل عرصہ میں اپنی اسکیم کے ماتحت دستور ہند کا مفصل خاکہ تیار کر کے لاہور کے اجلاس میں پیش کرتے۔ اور منظور کر کے شائع کر دیتے۔

کیونکہ مسٹر جناح اور ان کے لائق رفقاء کار کے متعلق یہ تو خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کوئی دستور بنانے کی اہلیت نہیں رکھتے اور باوجود اہلیت اور کافی وقت اور مہلت ملنے کے نہ بنا سکے تو اسکی توجیہہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے

انہیں خود اس اسکیم پر کوئی اعتماد نہیں ہے اور وہ خود اسکو ناقابل عمل سمجھتے ہیں

لیگ کی جدید اسکیم کا پس منظر

مگر چونکہ لیگ کی نئی زندگی صرف کانگریسی حکومتوں کے اصلی یا فرضی مظالم کی داستان پر مبنی تھی اور انھیں مظالم کو بار بار بیان کرکے لیگ کے جھنڈے کے نیچے مسلمانوں کو جمع کرنے کی کوشش جاری تھی جس اتفاق سے یورپین جنگ کے بعد مکمل آزادی کے سوال پر کانگریسی حکومتیں از خود مستعفی ہوگئیں تو عوام مسلمانوں کو کانگریس کے مظالم سے نفرت دلاکر لیگ کی طرف مائل کرنے کا بہانہ ہی ختم ہوگیا اور عوام الناس کے جذبات کو مشتعل کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا تو مسلم لیگ کیلئے سردست کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ مسلم انڈیا اور ہندو انڈیا کا پُر فریب لفظ بول کر ناسمجھ مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرکے لیگ کے جھنڈے کو گرنے سے بچایا جائے۔

کیونکہ غریب جاہل مسلمان جو برطانوی حکومت میں بالکل مفلس ہوگیا ہے خود دانہ دانہ کا محتاج ہے وہ بھی یہ تصور کرکے کہ مسلم لیگ ہندوستان کے ایک بڑے رقبہ میں اسلامی راج قائم کررہی ہے۔ جس کے ذریعہ مذہب کی حفاظت ہوگی۔ اپنی تمام جسمانی روحانی تکلیفوں کو بھول کر مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع رہے گا۔ تاآنکہ اسمبلیوں اور کونسلوں کے انتخابات کا زمانہ آئے تو اس اسلامی حکومت کی اقامت کے نظریہ پر الیکشن میں کامیابی ہو اور اسی تخیل پر عوام کو لیگ کے جھنڈے میں پھنسائے رکھا جائے اور اسی ترکیب سے عرصہ دراز تک غریبوں کو گمراہ رکھا جا سکتا ہے۔

ایک ضروری تنبیہ

لیگ کے ہائی کمانڈ کو یقین کرنا چاہئے کہ یہ ترکیب اور پالیسی بھی زیادہ دنوں تک کام نہیں دے گی اور ایک دن اس تدبیر باطل کا پردہ چاک ہو کر رہے گا۔ بہر حال اگر لیگ کے ہائی کمانڈ اس اسکیم پر اعتقاد بھی رکھتے ہیں تو تین کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کا یہ مذکور الصدر سوال بدستور قائم ہے کہ آخر ہمارا ماتم کیوں ختم کیا گیا۔ ہم پر تو آج بھی مظالم اسی طرح ہو رہے ہیں جس طرح کانگریسی حکومتوں کے زمانہ میں تھے۔ فسادات بھی ہو رہے ہیں مسلمان شہید اور زخمی بھی ہو رہے ہیں۔ قربانی گاؤ پر پابندیاں بھی عائد ہوتی رہتی ہیں۔ اب ہم پر کیوں رحم نہیں کیا جاتا اور پہلے کیوں کیا جاتا تھا۔ بلکہ اب ہم سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنے چھ کروڑ بھائیوں کے لئے اپنے کو قربان کر دو۔ اپنے کو قربان کر دو۔ یہ بات تو پہلے بھی کہی جا سکتی تھی۔ ڈھائی سال تک خواہ مخواہ ہمیں کیوں پریشان کیا گیا۔

مسٹر جناح سے دوسرا سوال

اسی کے ساتھ یہ تین کروڑ مسلمان مسلم لیگ کے ہائی کمانڈ سے یہ بھی سوال کر سکتے ہیں کہ جب چھ کروڑ مسلمانوں کی آزادی کے مقصد سے دو کروڑ مسلمانوں کے لئے ہندوؤں کی غلامی قبول کی جا سکتی ہے تو اسلامی ممالک کے تقریباً ۲۰ - ۲۵ کروڑ مسلمانوں کی کامل آزادی اور برطانوی شہنشاہیت کی ہوس جہانگیری سے نجات دلانے کیلئے پورے آٹھ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے

ہندو اکثریت کی غلامی کیوں گوارا نہیں کی جا سکتی۔

عقلی اور شرعی نقطۂ نظر سے اس صورت میں اور مسٹر جناح کی تجویز کردہ صورت میں کیا فرق ہے اسکو واضح کریں۔ اس وقت لیگ اور مسٹر جناح نے مسلم اقلیت والے صوبوں کے تین کروڑ مسلمان اس سوال کا جواب دریافت کرنے میں اسلئے حق بجانب ہیں کہ تحریک خلافت اور تحریک آزادی سے مسلمانوں کو علیحدہ رکھنے کیلئے ہمیشہ یہی دلیل بیان کرتے رہے کہ ہندوستان کے مسلمان ہندؤں کے غلام ہو جائینگے اور ان کی اس دلیل کا جواب آزادی پسند اور سرفروش جماعتوں اور افراد کی طرف سے ہمیشہ یہی دیا گیا کہ ہم اولاً اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ ہم ہندؤوں کے غلام ہو جائینگے لیکن اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ ایسا ہی ہوگا۔ جب بھی ہندوستان کی آزادی سے اسلامی ممالک کے ۲۰۔۲۵ کروڑ مسلمان تو برطانوی شہنشاہیت کے تسلط سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہو جائینگے

مگر اس جواب سے مسٹر جناح کی ٹائپ کے لوگ جو اس وقت لیگ کے رہنما ہیں کبھی مطمئن نہیں ہوتے اور اسی وجہ سے یہ لوگ تحریک آزادی کے مخالف رہے اور علیحدہ رہے

مکمل آزادی اور فرقہ وارانہ مسائل

پس اگر آج بیس۲۰ برس کے بعد مسٹر جناح اور ان کے ہمخیالوں کو آزادی پسند مسلمانوں کی دلیل کی سچائی پر یقین ہو گیا ہے تو پھر وہ کیوں تحریک آزادی میں بلا چون و چرا حصہ لینے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور کیوں کانگریس اور ہندؤوں سے صدق دل سے نہیں کہتے کہ ہندوستان کی کامل آزادی کی جدوجہد شروع کرو۔ ہم ساتھ ہیں۔ یا یہ نہیں کہ ہم شروع کرتے ہیں تم ساتھ دو۔ اور خواہ مخواہ کیلئے کیوں وہ فرقہ وارانہ مسائل

کے عدم انفصال کو آزادی کی راہ میں رکاوٹ سمجھ رہے ہیں۔ اگر برطانوی حکومت ایسا کرتی ہے تو اس کیلئے یہ زیبا نہیں ہو سکتا ہے مگر مسٹر جناح جیسے لوگوں کیلئے تو اب خود انکی دلیل کی روشنی میں فرقہ وارانہ مسائل کے عدم انفصال کو رکاوٹ قرار دینے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔

بہرحال مسلم اقلیت والے مسلمانوں کو جنکی تعداد بقول مسٹر جناح دو کروڑ ہے یقین کر لینا چاہیئے کہ دو ڈھائی سال سے جس کے لئے مسلم لیگ ماتم کر رہی ہے اب لیگ انھیں ہمیشہ کیلئے فراموش کرنے کیلئے آمادہ ہو گئی ہے۔ بشرطیکہ ان کی مجوزہ اسکیم بروئے کار آئے اور ان سوالوں کا مسٹر جناح یا ان کے ہمخیال تشفی بخش جواب نہیں دے سکتے جسکی طرف اس مضمون میں اشارات کئے گئے ہیں اور سمجھدار لوگوں کے لئے لیگ کی مجوزہ اسکیم میں دل خوش کن الفاظ کے سوا کوئی معنی نہیں ہیں۔

تاہم اس اسکیم کی لغویت کو سمجھنے اور اسلامی ضرر رسانی کا یقین کرنے کیلئے حسب ذیل امور پر غور کرنا چاہیئے۔

مسلم اسٹیٹ کے پُر فریب لفظ کی حقیقت

(۱) اگر ہندوستان کے ان حصوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں غیر مسلموں کی بھی آبادی باقی رکھی گئی اور ان غیر مسلم آبادیوں کو بھی وہاں کے نظام حکومت میں حصہ دیا گیا جیسا کہ مسٹر جناح کے توضیحی بیان سے ظاہر ہے خاص کر اس حصے سے جہاں انھوں نے سکھوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے تو اس صورت میں ان منطقوں اور حصوں کو مسلم انڈیا اور وہاں کی حکومت کو اسلامی حکومت قرار دینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

اگر اس قسم کے قطعات کا نام مسلم انڈیا اور اسلامی حکومت ہے تو وہ آج بھی موجود ہے۔ اگر ان لفظوں سے اپنے دل کو یا جاہل مسلمانوں کو خوش کرنا ہے تو وہ آج بھی پنجاب بنگال۔ سندھ۔ صوبہ سرحد کو مسلم انڈیا اور اسلامی حکومت کہہ سکتے ہیں۔

ہاں اگر انکی اسکیم یہ ہو کہ وہ ان حلقوں سے ایک ایک غیر مسلم کو نکال دینگے یا یہ کہ ان حلقوں میں غیر مسلم باشندوں کو نظام حکومت میں کوئی حصہ بھی نہیں دینگے اور ان کو محکوم محض بن کر رہنے کی اجازت دینگے تو بلاشبہ اس صورت میں وہ ان حلقوں کو مسلم انڈیا اور مسلم اسٹیٹ یا ریاست کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہر شخص یہ جانتا ہے کہ ایسی صورت نہیں ہوگی اور نہ لیگ کے ہائی کمانڈ کے دماغ کے کسی گوشہ میں یہ تصور موجود ہے تو پھر مسلم انڈیا اور مسلم ریاست کے بے معنی الفاظ بول کر غریب مسلمانوں کو کیوں پریشان کیا جارہا ہے

دفاع کسٹم اور خارجی پالیسی فیڈریشن کے اختیار میں ہونگے یا اس کے اجزائے ترکیبی کے؟

(۲) مسٹر جناح مسلم اکثریت والے صوبوں یا حصوں کو علیحدہ مستقل خود مختار ریاست تجویز کرتے ہوئے ان سب کا ایک فیڈریشن تجویز کرتے ہیں یعنی ایک مرکزی اسلامی فیڈرل حکومت بھی ان کے خیال میں ہونی چاہئے۔ اسی طرح ہندو اکثریت والے صوبوں یا حصوں میں ہندو خود مختار حکومت تسلیم کرتے ہوئے ان کا ایک فیڈریشن اور فیڈرل حکومت تجویز کرتے ہیں۔

اسی طرح خود مختار دیسی ریاستوں کا فیڈریشن ہوگا یا ریاستیں اپنی خود مختاری قائم رکھتے ہوئے ان ہی مذکورالصدر اسلامی فیڈریشن یا ہندو فیڈریشن

میں شریک ہو جائینگی۔

اسی کے ساتھ جناح صاحب ہر دو یا ہر سہ فیڈریشن کی خود مختار ریاستوں کے لئے دفاع - خارجی پالیسی اور کسٹم کے حقوق و اختیارات دینا چاہتے ہیں جیسا کہ مسلم لیگ کی تجویز کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے۔ مگر ہر معمولی سمجھ کا آدمی جان سکتا ہے کہ کسی فیڈریشن کے اجزائے ترکیبیہ اور خود مختار ریاستوں کو یہ حقوق براہ راست نہیں دئیے جاسکتے۔ یہ بات تو شاید بالکل جاہل اور احمق بھی سمجھ سکتا ہے کیوں کہ اس صورت میں فیڈریشن اور فیڈرل حکومت کا کوئی وجود ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ اسی لئے مسلم لیگ کی تجویز کا مطلب صرف یہی لیا جاسکتا ہے کہ مسلم فیڈریشن، ہندو فیڈریشن، اور دیسی ریاستوں کی فیڈریشن کے ہاتھ میں دفاع خارجی پالیسی اور کسٹم کے کامل اختیارات دئیے جائیں گے لیکن ان امور میں ہر دو یا ہر سہ فیڈریشن کے استقلال یا مطلق العنانی کی صورت میں کوئی فیڈریشن خاص کر مسلم فیڈریشن اطمینان کی سانس نہیں لے سکتا ہے۔

فرض کیجئے کہ ہندو فیڈریشن جاپان و چین یا برطانیہ سے اپنے روابط دوستانہ قائم کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہے اور مسلمان فیڈریشن اپنے اندرونی و بیرونی مفاد کو پیش نظر رکھ کر افغانستان، ایران، مصر، حجاز، ترکوں کے ساتھ روابط کو ترجیح دیتا ہے اور برطانیہ کے روابط کو مضر سمجھتا ہے۔ ایسی صورت میں تمام ہندوستانیوں خاص کر مسلم فیڈریشن والوں کو جن مشکلات کا سامنا ہو گا۔ اس کے تصور سے ہر سمجھدار انسان حیران و ششدر ہو جاتا ہے۔

مرکزی فیڈریشن اور اس کی نوعیت

لامحالہ ایک مرکزی فیڈریشن کی صورت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ جس
میں ہندو فیڈریشن مسلم فیڈریشن اور دیسی اسٹیٹ فیڈریشن برابر کے شریک
ہوں اور اسی کے ہاتھ میں دفاع خارجی پالیسی اور کسٹم وغیرہ کے معاملات ہوں
تاکہ ہندوستان پر خارجی حملوں کی صورت میں مرکزی فیڈرل حکومت کی رہنمائی
میں ہندوستان متحدہ طور پر اپنی آزادی کو قائم رکھ سکے۔ اسی طرح بیرونی
ممالک سے تجارتی معاملات وغیرہ تمام ہندوستان کے لئے اسی ایک مرکز
سے متعلق ہوں ورنہ ہندوستان خاص کر مسلم فیڈریشن کے حصے اقتصادی حیثیت
سے گھاٹے میں رہیں گے۔

جب ہم مسلمانوں کے مفاد اور ہندوستان کی ترقی و امن کے لئے ایک اور
مرکزی فیڈرل حکومت کی ضرورت ہو جائیگی تو یہ بات سمجھنے کی ہے کہ مسلم انڈیا پر کس
قدر کافی بار بڑھ جائے گا۔ صوبہ جاتی خودمختاری کے اخراجات کے علاوہ ایک
بار غیر مسلم فیڈرل حکومت پر ہو گا۔ پھر حسب رسدی ایک بڑی رقم مرکزی فیڈرل
کو ادا کرنی پڑے گی۔

اسی کے ساتھ مسلم صوبجات کے حلقوں کی وسعت اور ان کے مالی
مسائل پر بھی غور کیجئے تو اندازہ ہو جائے گا کہ مسلم حلقوں کو اپنی موجودہ بدحالی کو قائم
رکھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ چہ جائیکہ تعلیمی اقتصادی اور تمدنی ترقی کرنا۔

اگر کراچی بندر اور خلیج بنگال کا بندر مسلم حلقوں میں پڑے گا تو بمبئی
اور مدراس کے سواحل ہندو حلقوں میں جائیں گے۔ اس لئے کسی شخص کو

یہ دعویٰ کا نہیں ہو سکتا کہ بیرونی تجارت اور کسٹم میں مسلم فیڈریشن کا حصہ زیادہ رہے گا۔ الغرض اس صورت میں مسلمانوں کی ترقی کا راستہ بہت حد تک مسدود ہو جاتا ہے۔ پھر یہ امر قابل غور ہے کہ جب بیرونی دفاع اور خارجی پالیسی و کسٹم کے لئے بہر حال ایک مرکزی فیڈرل حکومت کی ضرورت ہوگی اور جس حکومت میں ہر فیڈریشن کے نمائندے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق شریک ہونگے۔ اور جس میں ریاستیں بھی شریک ہونگی تو اس کا آخری نتیجہ کیا ہوا کہ اس مرکزی فیڈرل حکومت میں قدرتی طور پر پھر اکثریت غیر مسلموں کی ہو جائے گی جس سے مسلمانوں کو ڈرایا جاتا ہے۔ اس ساری دردسری کا نتیجہ کیا نکلے گا کہ مسلم صوبے گھاٹے میں رہیں گے اور ہندو کی اکثریت کا خوف بقول مسٹر جناح بدستور مسلط ہے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ بخشوانے گئے نماز، گلے پڑ گیا روزہ۔ یا یوں کہئے کہ پانی کے قطروں سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑے ہو گئے۔

مرکزی فیڈریشن اگر نہ ہو؟

اگر مسلم فیڈریشن اور ہندو فیڈریشن اور دیسی ریاستوں کے فیڈریشن کا کوئی مرکزی فیڈریشن نہ ہو تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ ان تمام فیڈریشنوں پر ایک بالادست طاقت مسلط ہو اور وہ برطانیہ ہوگی گویا برطانیہ کی غلامی بدستور مسلط رہے گی اور مسٹر جناح کے بیان میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ برما اور سیلون سے ہندوستان کے تعلقات کو بیان کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح برطانیہ کی طاقت برما اور

سیلون اور ہندوستان کو باہم وابستہ رکھے ہوئے ہے۔ اسی طرح مسلم
یڈریشن اور ہندو فیڈریشن کو بھی وہ وابستہ رکھے گا۔ گویا مسلم لیگ اور مسٹر
جناح کو برطانیہ کی غلامی بہر حال منظور ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کو اچھی طرح سوچنا چاہیئے کہ مسٹر جناح انھیں
دھر لے جارہے ہیں۔

اصلی چارۂ کار

باقی رہا، ہندو مسلم مسئلہ کا حل یا یہ کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی
نی و بہبود اور مذہب و کلچر کی حفاظت کس اصول سے ہو سکتی ہے تو اس کے
لے مسلمانوں کو جمعیۃ علماء ہند کی تجاویز اور اسکیم[۱] پر غور کرنا چاہیئے۔ جن پر کہ بعض
ردو اخبارات میں کافی بحثیں ہو چکی ہیں۔ اس وقت صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ

---

[۱] پاکستان کے مقابلہ میں جمعیۃ علماء ہند کا وہ متبادل فیصلہ جو اس مقالہ کے آخر میں
رج کیا جارہا ہے۔ مصنف مقالہ حضرت مولانا سجاد صاحب رحمۃ اللہ کی وفات کے
د اجلاس لاہور منعقدہ ۱۹۴۲ء میں منظور کیا گیا۔ اس موقعہ پر غالباً اُس فارمولے کی طرف
شارہ ہے جو مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند نے ۱۹۳۱ء میں اجلاس سہارنپور میں منظور کیا تھا۔
نہرو کمیٹی پر تنقید کرتے ہوئے بھی جمعیۃ علماء ہند نے ایک فارمولا پیش کیا تھا۔
ن ہے اس فارمولا کی طرف اشارہ ہو۔ جمعیۃ علماء ہند کی چھبیس سالہ تجاویز ایک ضخیم
تاب کی شکل میں زیر طبع ہیں۔ امید ہے کہ چند ہفتوں میں ان کی طباعت مکمل ہو جائیگی
محمد میاں عفی عنہ

پورے ہندوستان پر ایک مرکزی وحدانی (مونیٹری) حکومت جیسا کہ برطانیہ نے قائم کر رکھی ہے۔ جمعیۃ علماء ہند اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی درست نہیں سمجھتی اور ۱۹۳۵ء والا مجوزہ فیڈریشن بھی درحقیقت وحدانی ہی حکومت ہے۔ جس کا نام غلط طور پر فیڈرل حکومت رکھا گیا ہے۔

موجودہ دور جمہوریت میں ہندوستان کے کسی ایک گوشہ میں کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس کو صحیح معنی میں ہندو ریاست یا مسلم ریاست کہا جا سکے۔ حکومت بہرحال اس عہد میں مشترکہ ہوگی۔ مسلم اقلیت والے صوبوں میں بھی مسلمان ہندو کے محکوم نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ہر صوبہ کی حکومت میں چاہے وہ مسلم اقلیت کے ہوں یا مسلم اکثریت کے، مسلمانوں کے مخصوص تمدنی و معاشرتی احکام کے نفاذ کے لئے مستقل محکمہ قائم ہوگا اور کسی مشترکہ جمہوری حکومت کو ان معاملات میں مداخلت کا حق نہ ہوگا۔ مرکزی فیڈرل حکومت کو صوبجات کے تمام اندرونی معاملات اور مسلمانوں کے مذہبی و کلچرل امور میں یا ان کے مخصوص نظام میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اس کا تعلق صرف دفاع خارجی پالیسی اور کسٹم سے ہوگا۔

از نقیب

مورخہ ۱۴ راپریل ۱۹۴۰ء

جمعیۃ علماء ہند کا واضح فیصلہ

پورا ہندوستان ہمارا پاکستان ہے۔

(نوٹ) اصلی چارہ کار کے بعد ذیل کی واضح تجویز ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کے
سامنے یہ حقیقت بھی واضح ہو جائیگی کہ جمعیۃ العلماء کے ارباب حل و عقد جو فیصلہ
کرتے ہیں وہ سالہا سال کے غور و خوض اور تجربات کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر اُن کے
ضمیر پختہ ہو جاتے ہیں اور پھر اس پر عمل کو دیانتہ اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اُس کے
لئے ہر قربانی کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیتے ہیں۔ محمد میاں عفی عنہ

جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس عام اس جمود و تعطل کی حالت کو ملک و قوم کیلئے
ایت مضر اور ملی حیات و ترقی کیلئے مہلک سمجھتا ہے وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ ملک کی
ام سیاسی جماعتیں اور عام پبلک حصول آزادی کیلئے بے چین و مضطرب ہے اور ہر جماعت
نی جگہ اور تمام افراد مختلف خیالات اور فارمولے تجویز کر رہے اور شائع کر رہے ہیں
س معاملہ اپنی رائے اجلاس لاہور منعقدہ ۱۹۴۲ء کی تجویز نمبر۲ میں ظاہر کر چکی ہے۔ آج
س کی تجدید کرتی ہے اور اس کے آخری حصہ کے رفع اجمال کی غرض سے
سے توضیح کردینی مناسب سمجھتی ہے۔ یہ بات بدیہی اور مسلمات میں سے ہے کہ ہندوستان
دی کی نعمت سے اس وقت تک متمتع نہیں ہوسکتا۔ جبتک ہندوستان کی طرف سے
قہ مطالبہ اور متحدہ محاذ قائم نہ کیا جائے اور ہندوستانی کسی متفقہ مطالبہ کی تشکیل اور
ہ محاذ قائم کرنے میں جتنی دیر لگائیں گے اسی قدر غلامی کی مدت طویل ہوتی جائیگی

جمعیۃ علماء ہند کے نزدیک تمام ہندوستانیوں کیلئے عموماً اور مسلمانوں کیلئے خصوصاً یہ بصورت مفید ہے کہ وہ حسب ذیل نکات پر اتفاق کریں اور اسی بنیاد پر حکومت برطانیہ کے سامنے متفقہ مطالبہ پیش کردیں۔

(الف) ہمارا نصب العین آزادی کامل ہے۔

(ب) وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہونگے۔ انکا مذہب آزاد ہوگا مسلم کلچر اور تہذیب ثقافت آزاد ہوگی۔ وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کرینگے جس کی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

(ج) ہم ہندوستان میں صوبوں کی کامل خودمختاری اور آزادی کے حامی ہیں غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہونگے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملینگے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کریں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

(د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے آزاد صوبوں کا وفاق ضروری اور مفید ہے مگر ایسا وفاق اور ایسی مرکزیت جسمیں اپنی مخصوص تہذیب ثقافت کی مالک نوکروڑ نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم وکرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہ ہوگی۔ یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر مبنی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی، سیاسی، اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں

تشریح :۔ اگرچہ اس تجویز میں بیان کردہ اصول اور انکا مقصد واضح ہے کہ جمعیۃ علماء مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں وہ بیشک ہندوستان کی وفاقی حکومت اور ایک مرکز پسند کرتی ہے کیونکہ اسکے خیال میں مجموعہ ہندوستان خصوصاً مسلمانوں کیلئے مفید ہے مگر وفاقی حکومت کا قیام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کیلئے حق خودارادیت تسلیم کرلیا جائے اور وفاق کی تشکیل اس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے

بی سیاسی تہذیبی حقوق پر اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر تعدی نہ کر سکے مرکز کی ایسی تشکیل
میں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ رہے باہمی افہام و تفہیم سے دونوں قوموں میں ایسی صورت پیدا ہو سکے؛
ی (۵) ایسی تجویز پر جو مسلم و غیر مسلم جماعتوں کے اتفاق سے طے ہو جائے ممکن ہے۔

(۱) مرکزی ایوان کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو۔ ہندو ۴۵ مسلم ۴۵ دیگر اقلیتیں ۱۰

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کوئی بل یا تجویز مسلم ارکان کی ⅔ اکثریت اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا تہذیب و ثقافت پر مخالفانہ اثر انداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

(۳) ایک ایسا سپریم کورٹ قائم کیا جائے جس میں مسلم و غیر مسلم ججوں کی تعداد مساوی ہو جس کے جج مسلم و غیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے ارکان کی کمیٹی کرے۔ یہ سپریم کورٹ مرکز و صوبے کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات یا ملک کی قوموں کے تنازعات کا آخری فیصلہ کرے گا۔ جو بل یا تجویز وہ اس بنا پر کہ مسلمانوں کے خلاف ہے یا نہ ہونے میں مرکزی اکثریت غیر مسلم ارکان کی ⅔ اکثریت سے بنا پر اختلاف کرے تو اس کا فیصلہ سپریم کورٹ سے کرایا جائے گا۔

(۴) یا اور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اتفاق سے طے کریں۔

نوٹ۔ (۱) مندرجہ بالا تجویز الف سے ج بشمول د تک اجلاس لاہور منعقدہ ۴۲ میں پاس ہو چکی تھی مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند نے اپنے اجلاس منعقدہ ۳۱ جنوری و یکم و دوم فروری ۱۹۴۵ء میں (ہ) کا اضافہ کیا اسکے بعد یہ پوری تجویز مع تشریح جمعیۃ علماء ہند کے چودھویں اجلاس عام بمقام سہارنپور منعقدہ ۴، ۵، ۶، ۷ مئی میں منظور کی گئی۔

نوٹ (۲) اس تجویز کے ساتھ اگر مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس سہارنپور منعقدہ ۹ اگست ۴۲ کے فارمولے کی مندرجہ ذیل دفعات بھی پیش نظر رہیں تو آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام کا نقشہ ناظر کے سامنے آ سکتا ہے اور وہ بآسانی یقین کر سکتا ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کی تائید و حمایت سے

نہ صرف یہ کہ پاکستان ہندستان کے چند گوشوں میں سمٹ کر رہ جائے بلکہ پورا ہندستان ایسا پاکستان بن سکتا ہے جس میں شرعی محکمے اور دار القضاء قائم ہوں اور پرسنل لا (شرعی احکام) کا نفاذ مسلمانوں کے کامل اور آزاد اختیارات کے ذریعہ سے پورے ہندستان میں ہو

مجلس عاملہ اجلاس سہارنپور سے منظور کردہ فارمولے کی چند دفعات

(۱) ہندستان کی مختلف ملتوں کی کلچر، زبان، رسم الخط، پیشہ، مذہبی تعلیم، مذہبی تبلیغ، مذہبی آزادی، مذہبی عقائد، مذہبی اعمال، عبادت گاہیں، اوقاف آزاد ہونگے حکومت ان میں مداخلت نہ کرے گی۔

(۲) دستور اساسی میں اسلامی پرسنل لا کی حفاظت کیلئے خاص دفعہ رکھی جائیگی۔ جس میں تصریح ہوگی کہ مجالس مقننہ اور حکومت کی جانب سے اس میں مداخلت نہ کی جائیگی اور پرسنل لا کی مثال کے طور پر یہ چیزیں فٹ نوٹ میں درج کی جائیں گی۔ (مثلاً احکام نکاح۔ طلاق۔ رجعت۔ عدت۔ خیار بلوغ۔ تفریق زوجین۔ خلع۔ عنین ومفقود۔ نفقہ زوجیت حضانت۔ ولایت نکاح ومال۔ وصیت۔ وقف۔ وراثت تکفین تدفین قربانی وغیرہ)

(۳) مسلمانوں کے ایسے مقدمات فیصل کرنے کیلئے جن میں مسلمان حاکم کا فیصلہ ضروری ہے مسلم قاضیوں کا تقرر کیا جائیگا اور انکو اختیارات تفویض کئے جائیں گے۔

محمد حفظ الرحمٰن۔ کان اللہ لہ

ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند دھلی